پروفیسر غلام رسول عدیم

ظلماتِ وقت میں علم وآگہی کے چراغ

(گوجرانوالہ کے ممتاز دینی تعلیمی اداروں کا مختصر تعارف-۲)

مدرسہ نصرۃ العلوم

چوک گھنٹہ گھر سے مغرب کی جانب مسجد نور سے ملحق مرسہ نصرۃ العلوم ضلع گوجرانوالہ کی عظیم دینی درس گاہ ہے۔ ۱۳۷۱ء بمطابق ۱۹۵۲ء کو مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی۔ مدرسہ کی سہ منزلہ عظیم الشان عمارت ۴۷ کمروں پر مشتمل ہے، جن میں ۱۹۰ طلباء کی اقامتی گنجائش ہے۔ مدرسہ کے مہتمم حکیم صوفی عبدالحمید سواتی (فاضل دارالعلوم دیوبند، فاضل دارالمبلغین لکھنؤ، مستند نظامیہ طبیہ کالج حیدرآباد دکن) ایک عالم باعمل اور درویش صفت انسان ہیں۔ یوں تو مدرسہ انجمن نصرۃ العلوم کے تحت چل رہا ہے مگر مہتمم کی پرکشش شخصیت مدرسے کے جملہ انصرامی امور کا محور ومرکز ہے۔ وہ مسجد میں خطابت کے فرائض بھی انجام دیتے ہیں۔ ان کے سلسلہ درس قرآن میں کوئی ۲۰۰ کی تعداد میں ہر روز حاضری ہوتی ہے جو ساتھ ساتھ طبع بھی کیا جا رہا ہے۔ چار جلدیں زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ مدرسے کا مسلک حنفی دیوبندی ہے۔

صدر مدرس کے فرائض شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خاں صفدر ادا کرتے ہیں۔ مولانا موصوف عصر حاضر کے جید علماء حدیث میں شمار کیے جاتے ہیں۔ علوم حدیث خصوصاً "علم اسماء الرجال" پر ان کی گہری نظر ہے۔ وہ علوم دینیہ کے ایک ماہر عالم، ایک محنتی استاد، ایک بلند پایہ مصنف اور ایک ملنسار اور شگفتہ طبع انسان ہیں۔ ان کی تصانیف اعلیٰ علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ وہ راہِ سنت، راہِ ہدایت، صرف ایک اسلام (بجواب دو اسلام از ڈاکٹر برق)، احسن الکلام (۲ جلد)، الکلام الحاوی، تبرید النواظر، گلدستہ توحید، ازالۃ الریب اور شوقِ حدیث کے علاوہ کوئی چار درجن کے لگ بھگ کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کا انداز تحریر عامۃ الناس کے لیے عام فہم اور خواص علماء کے لیے علمی استدلال سے مملو ہوتا ہے۔ ان کی دینی بصیرت قابل اعتماد، تفہیمِ مسائل قابل قدر، تحقیقات علمی قابل داد اور زہد وتقویٰ قابل رشک ہیں۔ ان کے تبلیغی اور مناظراتی رسائل منطقی دلائل وبراہین کا لاجواب شاہکار ہیں۔ مدرسے کی تعطیلات کے دو مہینے کے دوران میں وہ ترجمہ وتفسیر کا خصوصی درس دیتے ہیں جس میں منتہی طلباء کے علاوہ جدید تعلیم یافتہ اصحاب بھی شامل ہوتے ہیں۔ باقاعدہ امتحان کے بعد امیدواروں کو سندات دی جاتی ہیں۔

مدرسے میں درس نظامی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ نصاب ۸ سے ۱۰ سال تک ہے۔ طلباء کی مجموعی تعداد ۱۵۰ ہے۔ مسجد کا وسیع ہال اور صحن مختلف درجوں کی جماعتوں کی درس گاہ کا کام دیتا ہے۔

مدرسے کے دارالافتاء کی سرگرمی کارقابل ستائش ہے۔ مفتی محمد عیسیٰ گورمانی فرائض تدریس کے ساتھ ساتھ فتوے جاری کرتے ہیں۔ ان کا ریکارڈ بھی رکھتے ہیں ان کی مدد کے لیے مفتی عبدالشکور بطور نائب مفتی کام کرتے ہیں۔ کتب خانہ سہ منزلہ ہے۔ درسی کتابوں کے علاوہ کوئی چار ہزار کے قریب دینی وادبی کتابیں نہایت قرینے سے سجائی گئی ہیں۔ مولانا محمد اشرف ناظم کتب خانہ ہیں جو نہایت محنتی ہیں۔ انتظامی امور مولانا حافظ عبدالقدوس قارن کے سپرد ہیں جو پورے مدرسے کے ناظم ہیں۔

شروع میں یہ متروکہ جگہ تھی۔ مدرسہ کی بنیاد رکھتے وقت کسی کو سان گمان نہ تھا کہ ایک دن یہ درس گاہ اس قدر شان دار عمارت اور جاندار کام کا عمدہ نمونہ ہوگی۔ ہر سال کوئی بیس کے لگ بھگ طالب علم وفاق المدارس کا امتحان پاس کر کے دینی خدمت کے جذبے سے سرشار ہوکر یہاں سے فارغ ہوتے ہیں۔ مدرسے کا سالانہ بجٹ چھ لاکھ سے سات لاکھ روپے تک ہے۔ حسابات کی باقاعدہ پڑتال کے لیے ایک محتسب مقرر ہے۔ مدرسہ حکومت سے کسی قسم کی استعانت نہیں کرتا۔

اساتذہ کرام کے اسماء گرامی یہ ہیں:

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خاں صفدرؒ (صدر مدرس)، مولانا صوفی عبدالحمید سواتی (مہتمم)، مولانا حافظ عبدالقدوس قارن، مولانا عبدالقیوم، مولانا عبدالمہیمن، مولانا سید غازی شاہ، مولانا مفتی محمد عیسیٰ گورمانی، مولانا محمد یوسف، مولانا فاروق احمد کھٹانہ، مولانا محمد اشرف صابر، مولانا عبدالشکور، مولانا حافظ رشید الحق عابد۔

مدرسہ وفاق المدارس سے وابستہ ہے۔ فاضلین میں چند کے اسماء گرامی یہ ہیں:

حافظ محمود الحسن (آزاد کشمیر)، مولانا قاری محمد سلیمان (جہلمی)، مفتی محمد عیسیٰ گورمانی (مفتی مدرسہ)، مولانا عبدالرحیم (سرگودھا)، مولانا عبدالقیوم (مدرس مدرسہ)، مولانا زاہد الراشدی (مدرس انوار العلوم)۔ مدرسہ وفاق المدارس سے وابستہ ہے۔

اس دینی مدرسے کے شیخ الحدیث اور صدر مدرس مولانا محمد سرفراز خاں صفدرؒ کا اجمالی تعارف درج ذیل ہے۔

صحیح تاریخ ولادت تو معلوم نہیں، البتہ سال ولادت ۱۹۱۴ء مولد ومنشا چیڑاں ڈھکی داخلی کڑمنگ بالا تحصیل مانسہرہ (ضلع ہزارہ) حال ضلع مانسہرہ۔ والد گرامی کا نام نور احمد خاں بن گل احمد خاں۔

شیخ سعدی نے کہا تھا:

تمتع زہر گوشۂ یافتم　　　زہر خرمنے خوشۂ یافتم

کچھ یہی حال مولانا موصوف کا بھی ہے۔ ابتدائی تعلیم قریبی موضع بٹل اور شیر پور سے حاصل کی بعد ازاں مانسہرہ میں بغرض تعلیم چلے آئے۔ یہاں ان دنوں مرحوم مولانا غلام غوث ہزاروی مدرس تھے۔ ۱۹۳۴ء میں لاہور آئے۔

پھروڑ الہ سندھواں ضلع سیالکوٹ میں مولانا محمد اسحاق سے فیض اٹھایا۔ ۱۹۳۷ء میں انّہی ضلع گجرات سے مولانا ولی اللہ سے اکتساب کیا۔ ملتان میں مدرسہ مفتی عبدالکریم میں پڑھتے رہے۔ جہانیاں منڈی میں مدرسہ رحمانیہ میں مولانا غلام محمد لدھیانوی اور مولانا عبدالخالق سے پڑھا پھر مدرسہ انوار العلوم گوجرانوالہ میں مولانا عبدالقدیر اور مفتی عبدالواحد سے استفادہ کیا۔ اصول فقہ، فقہ، تفسیر، اصول حدیث، منطق، صرف، نحو حتی کہ حدیث میں بھی منتہی ہونے کے باوجود اس حدیث کے مصداق کہ اثنان لایشبعان طالب علم وطالبِ مال (دو آدمی کبھی سیر نہیں ہوتے علم کا چاہنے والا اور مال کا چاہنے والا۔

اپنے برادر خورد صوفی عبدالحمید سواتی کو ہمراہ لے کر دیوبند کے لیے رخت سفر باندھا۔

چلی ہے لے کے وطن کے نگارخانے سے
شراب علم کی لذت کشاں کشاں مجھ کو

۱۹۴۱ء میں دیوبند گئے، اپنے وقت کے جید اساتذہ سے فیض اٹھایا۔ ان کے اساتذہ میں وہ جگمگاتے نام آتے ہیں جو علم ودانش کے آفتاب وماہتاب تھے ان میں چند اہم یہ ہیں:

شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی سے بخاری وترمذی (ہر دو کی جلد اول)۔

مولانا ابراہیم بلیاروی سے مسلم۔

شیخ الادب مولانا اعزاز علی سے ابوداؤد اور بخاری وترمذی کے باقی ماندہ حصے۔

مولانا مفتی محمد شفیع سے طحاوی۔

مولانا ادریس کاندھلوی سے موطا پڑھیں۔

دیوبند سے واپسی پر گوجرانوالہ میں مدرسہ انوار العلوم میں فرائض تدریس سنبھالے، ساتھ ہی گکھڑ میں بھی درس و تدریس کا آغاز کردیا۔ ۱۹۵۶ء میں مولانا صوفی عبدالحمید (موصوف کے برادر خورد) کے زیرِ اہتمام چلنے والے مدرسے نصرۃ العلوم میں بطورِ صدر مدرس اور شیخ الحدیث آپ کی خدمات لے لی گئیں۔ سالہا سال تک ٹیچرز ٹریننگ سکول گکھڑ میں بعد از نماز عصر سلسلہ درس قرآن جاری رہا مگر آج کل بوجوہ موقوف ہے۔ مولانا کی ذات گرامی اپنی ذات میں ایک انجمن ہے۔ وہ دور حاضر میں اساتذۂ علوم حدیث میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ علم رجال پر خصوصی طور پر ان کی نگاہ گہری ہے۔ آپ کا درس قرآن ہو یا درس حدیث یوں محسوس ہوتا ہے کہ علم وحکمت، دینی بصیرت اور رموز و غوامض کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے جس کے سامنے خیالات فاسدہ اور عقائد باطلہ خس وخاشاک کی طرح بہتے چلے جاتے ہیں۔ ایک مینارۂ نور ہے کہ جہالت ونافہمی کی تاریکیاں کافور ہوتی چلی جاتی ہیں۔ کلام میں نہ خشونت ہے نہ تیز گفتاری، ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے ہیں جو سامع کے ذہن کو اپیل کرتی ہوئی دل تک اتر جاتی ہے۔ شب وروز قرآن وحدیث کی تعلیم کی دھن ہے۔ لکھتے ہیں تو قلم موتی رولتا ہے۔ ادق اور نخلک علمی مسائل کو نہایت شگفتہ پیرائے میں واضح کردیتے ہیں۔ آپ ماضی بعید کے کثیر التصانیف بزرگوں کی زندہ نشانی ہیں۔ انداز تحریر میں ادبی رعنائی بھی ہے

اور استدلال کا زور بھی، جامعیت بھی ہے اور دلآ ویزی بھی ، برجستہ اور برمحل استشہاد کے استعمال سے وہ مشکل سے مشکل عبارت میں بھی رنگینی پیدا کر لیتے ہیں۔ مناظرانہ اور مجادلانہ تحریروں کے جواب میں ان کا قلم دو دھاری تلوار بن جاتا ہے تاہم ثقاہت اپنی جگہ قائم رہتی ہے۔ ان کی تحریر کی سب سے بڑی خصوصیت عالمانہ شان ہے جس میں رکاکت و ابتذال نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ بعض تحریریں پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایک گلیشیر بلندی سے یوں آ رہا ہے کہ ہر شے کو اپنے ساتھ بہائے لیے جاتا ہے۔

مکر،مفر،مقبل ،مدبر معاً   **کجلمود صخر حطه السیل من عل**

(امرؤ القیس)

موصوف کی تعلیمی و تصنیفی زندگی سے ہٹ کر نجی اور شخصی زندگی کا جائزہ کیا جائے تو معلوم ہوگا وہ علم و عمل اور زہد و تقوی میں قرن اول کے بزرگوں کی سچی تصویر ہیں۔ کئی جسمانی عوارض اٹھائے لیے پھرنے کے باوجود یہ گوہر شب چراغ شب و روز ایک اور صرف ایک ہی دھن میں مگن ہے کہ ارتیاب آ گیں ماحول نور یقیں سے جگمگا اٹھے، ایمان وایقان کے اجالے پھیلیں ،توحید ورسالت کا غلغلہ بلند ہو۔ وہ ضعف پیری میں مبتلا ضرور ہے مگر اس کے پر عزم شیب پر ہزار شباب قربان۔ سن ستر برس سے متجاوز ہے مگر رعنائی خیال اور برنائی ذوق حدیث میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا۔

جامعہ مدینۃ الاسلام

جنرل بس سٹینڈ کے قریب ماڈل ٹاؤن میں جامعہ مدینۃ الاسلام واقع ہے مدرسے کا مسلک حنفی بریلوی ہے۔ علامہ سعید احمد مجددی مہتمم مدرسہ اور خطیب جامع مسجد نقشبندیہ ہیں۔ مدرسے کا قیام ۱۶ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو عمل میں آیا۔ اس لحاظ سے شہر کے کئی قدیم مدارس کی نسبت یہ مدرسہ اپنے ایام طفلی میں ہے۔ دو مدرس کتابوں کی تعلیم کے لیے ہیں اور دو اساتذہ شعبۂ حفظ و ناظرہ میں فرائض تدریس انجام دیتے ہیں۔ طلباء کی تعداد ۲۰۰ کے لگ بھگ ہے۔ ۱۵۰ مقامی اور ۵۰ بیرونی۔ مدرسہ اقامتی ادارہ ہے۔ کتب خانے میں ایک ہزار کتابیں ہیں۔ عمارتِ جامعہ دس کمروں پر مشتمل ہے۔ دوسری منزل کا پروگرام بھی پیش نظر ہے۔ مدرسہ انجمن نقشبندیہ مجددیہ کے زیر اہتمام چل رہا ہے۔ دوسرے دینی مدارس کی طرح یہ جامعہ بھی اہل خیر کے تعاون سے کام کر رہی ہے۔ ۱۹۸۲ء میں سالانہ بجٹ ۱۰۵۵۲۵ روپے تھا۔ تعمیر کے اخراجات اس کے علاوہ ہیں۔ جامعہ کا نصاب وہی ہے جو جامعہ غوثیہ بھیرہ میں زیر تدریس ہے۔

مدرسے کو پاکستان کے مایہ ناز عالم دین اور مشہور ماہر تعلیم جسٹس پیر کرم شاہ کی اعزازی سرپرستی اور رہنمائی ہے۔ علامہ سعید احمد مجددی راجوری (مقبوضہ کشمیر) کے ایک علمی و دینی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ جامعہ انوار العلوم ملتان سے دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ دورہ قرآن کی سند شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی جامعہ نظامیہ غوثیہ وزیر آباد سے حاصل کی۔ ان کی تبلیغی و تدریسی سرگرمیاں اس امر کا پتہ دیتی ہیں کہ وہ خلوص و دیانت سے سرگرم عمل رہے تو وہ دن دور نہیں جب یہ مدرسہ شہر کے صف اول کے مدارس کے ہم پلہ ہو سکے گا۔ وہ دارالعلوم نقشبندیہ قبرستان کے بھی ناظم اعلیٰ ہیں وہ حضرت خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی سے بیعت ہیں۔

وہ مجلس تعلیمات مجددیہ کے زیر اہتمام لٹریچر بھی شائع کرتے ہیں۔ اہم تالیفات یہ ہیں: سرمایہ ملت کا نگہبان، درس طریقت، آداب الحرمین، اسلام میں عید میلاد النبی ﷺ کی حیثیت اور شجرہ خواجگان نقشبندیہ۔

چونکہ مدرسہ درس میں ترمیم وتنسیخ کا قائل ہے اس لیے یہاں جدید ذہن تیار کرنے کی بھی کوشش کی جاتی ہے۔ میٹرک سے بی۔اے تک آرٹس کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔، ادیب عربی، عالم عربی اور فاضل عربی بھی نصاب میں شامل ہیں۔ یوں یہ ادارہ قدیم وجدید کا حسین امتزاج ہے۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ طلباء کو خطابت کی بھی مشق کرائی جاتی ہے۔ مذاکرات، مضمون نویسی، اور حسن قرأت کے مقابلے کروا کر انعامات بھی تقسیم کیے جاتے ہیں۔ سالانہ امتحان کے پرچے بھیرہ سے آتے ہیں اور جانچے بھی وہیں جاتے ہیں اور وہیں سے نتیجے کا اعلان ہوتا ہے۔

کوشش کی جاتی ہے کہ طلباء کو تصوف وطریقت کی چاشنی سے لذت یاب کیا جائے۔ علم کے ساتھ ساتھ عمل پر بھی زور دیا جاتا ہے۔ مدرسے کا اصول یہ ہے کہ صاحب کردار علماء ہی معاشرے میں انقلاب پیدا کر سکتے ہیں۔ مختلف مذہبی تہواروں مثلاً عید میلاد النبی، یوم عاشورہ، معراج النبی، عیدین اور اکابر مسلک کے ایام منا کر اسلامی تعلیمات کا پرچار کیا جاتا ہے۔ اولیائے عظام کو خراج عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔

اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی یہ ہیں: مولانا سعید احمد مجددی مہتمم وصدر مدرس، مولانا نواز ظفر ایم اے، مولانا نور الحسن تنویر چشتی بی اے، قاری محمد افضل مجددی۔

مدرسہ فاروقیہ رضویہ تعلیم القرآن

محلّہ فاروق گنج کی ملک سٹریٹ میں مسلک بریلوی کی نہایت شاندار درس گاہ ہے مدرسے کا قیام کوئی بیس سال قبل ہوا۔ بانیوں میں مولانا عبد اللطیف قادری اور مولانا محمد عبداللہ بٹ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ اگرچہ وسعت میں تو جگہ اتنی نہیں تاہم گنجائش میں اتنی کم بھی نہیں۔ عمارت ۱۵ کمروں پر مشتمل ہے جس میں تدریسی کمرے بھی ہیں اور اقامتی بھی۔ سالانہ بجٹ کوئی ۶۰، ۶۵ ہزار تک ہے۔ دورہ حدیث تک تعلیم دی جاتی ہے مگر سند کے لیے طلباء کو انوار العلوم ملتان یا جامعہ رضویہ مظہر العلوم فیصل آباد جا کر منتہی ہونا پڑتا ہے۔ بیرونی طلباء کی تعداد پچاس ہے اور اساتذہ کی تعداد پانچ ہے۔

مولانا غلام فرید صدر مدرس کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ مولانا موصوف علم حدیث میں گہری بصیرت رکھتے ہیں اور بڑی جانکاہی سے تدریسی فرائض انجام دیتے ہیں۔ ان کے خلوص اور لگن کا نتیجہ ہے کہ تشنگانِ علم اس غیر معروف سی جگہ سے علم وحکمت کے قیمتی موتیوں سے جھولیاں بھر بھر کر جاتے اور معاشرے میں دعوت وارشاد کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ درس نظامی میں ترمیم وتنسیخ مدرسے کے مسلک کے منافی ہے، لہٰذا کوشش یہ کی جاتی ہے کہ تمام وکمال کتب درس نظامی پڑھائی جائیں۔ فتوے کا ریکارڈ نہیں رکھا جاتا تاہم فرض افتاء شیخ الحدیث مولانا غلام فرید ہی ادا کرتے ہیں۔ آپ علمی بصیرتوں کا مرقع اور فکری عظمتوں کی تصویر ہیں۔ قحط الرجال کے اس دور میں آپ کا وجود غنیمت ہے۔ اس علاقے کے لیے آپ وجہ رحمت بھی ہیں اور وجہ ناز بھی۔ آپ کا سوانحی خاکہ درج ذیل ہے:

آپ کے والد محترم کا نام الحاج مولانا عبدالجلیل ہے۔ آپ ۱۱/اکتوبر ۱۹۳۷ء کو موضع جھاڑ مضافات تربیلا (ہزارہ) میں پیدا ہوئے۔ مشہور پٹھان قوم عیسیٰ خیل کے مورث اعلیٰ عیسیٰ خان آپ کے جد اعلیٰ تھے۔ آپ کے خاندان کے ایک اور بزرگ عبدالرشید خان قندھار کے حاکم اعلیٰ ہوگزرے ہیں۔ آپ علمی اور روحانی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کے والد اور آپ کے جد امجد کے حقیقی بھائی امیر محمود مبلغ دین بھی تھے اور علاقہ کے لیے مرکز رشد و ہدایت بھی۔

جناب مولانا غلام فرید نے ابتدائی تعلیم بعض مساجد سے حاصل کی پھر والد ماجد کی وساطت سے ہزارہ ڈویژن کے روحانی و علمی مرکز دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ میں داخل ہوئے۔ مولانا قاضی حبیب الرحمٰن اور مولانا قاضی غلام محمود سے علمی استفادہ کیا۔ مولانا حافظ محمد یوسف بھی آپ کے اساتذہ میں رہے ہیں۔ چار سال بعد جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد میں داخلہ لیا۔ دو سال بعد جامعہ نعیمیہ لاہور آ گئے جہاں سے آپ نے مولانا مفتی محمد حسین نعیمی سے اکتسابِ علم کیا۔ درس نظامی کی آخری کتب آپ نے یہیں سے پڑھیں۔ بخاری شریف کا درس بھی یہیں ختم کیا۔ مفتی عزیز احمد بدایونی سے بھی کچھ اسباق پڑھے۔ ۱۹۵۹ء میں جامعہ نعیمیہ سے دستارِ فضیلت اور فراغت حاصل کی۔

آپ نے تدریسی زندگی کا آغاز جامعہ گنج بخش لاہور سے کیا۔ یہاں آپ نے ابتدائی اور متوسط کتب پڑھائیں۔ دو سال جامعہ امینیہ گوجرانوالہ میں اور دو سال دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور میں مسند تدریس پر فائز رہے۔ ۱۹۶۶ء میں علامہ احمد سعید کاظمی کے ارشاد پر مدرسہ جامع العلوم خانیوال میں صدر مدرس کی حیثیت سے تدریسی فرائض انجام دینے شروع کیے۔ دو سال جامعہ فضل العلوم ڈسکہ میں مدرس رہے اور اب عرصہ بارہ سال سے جامعہ فاروقیہ رضویہ تعلیم القرآن گوجرانوالہ میں بطور صدر مدرس علوم اسلامیہ کی تدریس میں مصروف ہیں۔ آپ ایک مصروف زندگی گزار رہے ہیں۔ شب و روز دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں گزرتے ہیں اور اس سرزمین پر آپ کے بہت احسانات ہیں۔ کتنے ہی دل ہیں جو آپ کے طفیل نور ہدایت سے منور ہوئے اور کتنے ہی ذہن ہیں جنہیں آپ کی مروت و علمیت نے نکتہ داں بنایا۔

آپ صاحبِ قرطاس و قلم بھی ہیں آپ نے گوناگوں علمی و تدریسی مصروفیات کے باوجود بہت سی دینی اور علمی کتب تصنیف فرمائی ہیں جن میں سے درج ذیل خاص طور سے قابل ذکر ہیں:

اثباتِ علم الغیب بجواب ازالۃ الغیب، مفتاح الجنۃ بجواب راہ سنت، صداقتِ میلاد، حاضر و ناظر اور علم غیب ملا علی قاری کی نظر میں، اثبات الدعاء بعد الجنازۃ، رسالہ علم الغیب ملا علی قاری۔

علوم قرآن و حدیث پر آپ کو دسترس حاصل ہے۔ اس شہر ہی کے نہیں بلکہ دور دراز کے علاقوں کے متلاشیانِ حق و صداقت نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ آپ مدرسہ سے ملحقہ جامع مسجد میں فرائض خطابت بھی انجام دیتے۔ آپ کو علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی مدظلہ سے شرفِ تلمذ تو تھا ہی بعد میں آپ نے انہی کے دستِ حق پرست پر بیعت کر لی۔ حضرت کاظمی نے آپ کو سلسلہ چشت میں بیعت کی اجازت بھی عطا فرمائی۔ آپ کو ۱۹۷۶ء میں حج حرمین الشریفین کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کے برادر اصغر مولانا محمد شریف ہزاروی بھی معروف خطیب، عالم نکتہ داں اور جامعہ فاروقیہ میں آپ کی سربراہی میں فرائض تدریس انجام دے رہے ہیں۔ مولانا غلام فرید ہزاروی سے اب تک ہزاروں

تلامذہ فیوض علمی حاصل کر کے وطن عزیز کے اطراف واکناف میں رشد و ہدایت کی روشنی پھیلا رہے ہیں۔ آپ کے معروف تلامذہ میں مندرجہ ذیل علماء خاص طور سے قابل ذکر ہیں:

مولانا سید بشیر حسین شاہ، مولانا خالد حسن مجددی، مولانا سعید احمد مجددی ،مولانا گل احمد عتیق، مولانا صداقت علی، مولانا قاضی محمد یوسف، مولانا حافظ محمد علی ،مولانا قاری عبدالرزاق ،مولانا محمد حنیف اختر ، مولانا محمد صدیق ہزاروی۔ (حالات ماخوذ از تعارف علمائے اہل سنت، مرتبہ مولانا محمد صدیق ہزاروی)

جامعہ صدیقیہ مجاہد پورہ

محلّہ مجاہد پورہ میں جامعہ صدیقیہ مسلک حنفی دیوبندی کا اہم مدرسہ ہے۔ مدرسے کا قیام ۱۹۶۰ء میں عمل میں آیا۔ مدرسے کا نصاب خالصتاً درس نظامی ہے اس میں ترمیم وتنسیخ کو مذموم خیال کیا جاتا ہے۔ مدرسے کے مہتمم اور صدر مدرس قاضی شمس الدین، فاضل ومدرس دارالعلوم دیوبند ہیں۔ مولانا موصوف ایک منجھے ہوئے عالم اور ایک عظیم سکالر ہیں۔ ان کا رجحان طبع تحقیق وتدقیق کا متقاضی ہے۔ وہ قیام پاکستان سے پہلے دارالعلوم دیوبند جیسے عظیم ادارے میں بحیثیت استاد کام کر چکے ہیں۔ ان کی عربی واردو تصانیف اس بات کی گواہی دیتی ہیں، ان کا علمی مرتبہ عصر حاضر کے بلند پایہ علمائے دین میں نمایاں وممتاز ہے۔ کم وبیش اکسٹھ سال سے قرآن وحدیث کی شمع کو روشن رکھے ہوئے ہیں۔ سادگی کا مرقع، نمود ونمائش سے بے نیاز اور فقر وغناء کا ایک پیکر دلآویز۔

آپ ۱۹۰۱ء میں مقام پڑی ڈاکخانہ ناڑہ، تحصیل پنڈی گھیب، ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔ آباءواجداد علم دین کے مشتاق تھے۔ آپ کے دادا اور والد بھی اپنے وقت کے معروف عالم تھے گو وہ بعض خانگی امور کی بناء پر درس نظامی کی تکمیل نہ کر سکے مگر والد نے اپنے بیٹوں کو علم دین کی تحصیل کے لیے وقف کر دیا۔ مولانا نور محمد، مولانا بدرالدین اور مولانا محمد رفیق، قاضی صاحب کے تینوں بھائی عالم باعمل تھے اور تینوں بھائیوں کا انتقال ہو چکا ہے۔ مولائے کریم ان سب کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

مولانا قاضی شمس الدین صاحب کی زندگی محنت، خلوص اور سعی بلیغ کی ایک قابل تقلید مثال ہے۔ آپ نے ناظرہ قرآن ناڑہ ضلع اٹک میں پڑھا۔ ۱۹۱۲ء میں جامعہ نعمانیہ لاہور میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۱۳ء میں انّھی تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں مولانا غلام رسول مرحوم سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ ۱۹۲۲ء میں دارالعلوم دیوبند میں مولانا انور شاہ کشمیریؒ، مولانا رسول خاں اور مولانا شبیر احمد عثمانی سے دورۂ حدیث پڑھا۔ ۱۹۲۳ء کے آخر میں مدرسہ انوار العلوم مسجد شیرانوالہ گوجرانوالہ میں آ گئے اور ایک سال تک تدریس کے فرائض انجام دیے۔ بعد ازاں ۱۹ برس تک پنڈی گھیب ضلع اٹک میں مصروف تدریس رہے۔ ۱۹۴۲ء میں دیوبند کے اساتذہ کے اصرار پر وہاں تشریف لے گئے اور تشنگان علم ومعرفت کو سیراب کرتے رہے۔ وہاں انہوں نے وہ کتابیں پڑھائیں جو فی الواقع ان کے فنون میں ماہر ہونے کی دلیل تھیں۔ دیوبند سے واپسی پر فیصل آباد میں مدرسہ اشاعت علوم میں بطور صدر مدرس کام کرتے رہے۔ ۱۹۴۶ء میں گوجرانوالہ کے مدرسہ انوار العلوم اور نصرۃ العلوم میں صدر مدرس رہے۔ ۱۹۶۰ء میں جامعہ صدیقیہ کی بنیاد ڈالی جواب

تک انتہائی کامیابی کے ساتھ رواں دواں ہے۔

مولانا موصوف کو حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں سے قلبی عقیدت ہے۔ وہیں سے آپ نے سلوک و معرفت کی منزلیں طے کیں اور کم وبیش چوبیس سال تک ان سے کسبِ فیض کرتے رہے۔ وہیں سے تفسیر قرآن، مثنوی مولانا روم، مسلم شریف، دارالمحارف ورسراجی پڑھی۔ مولانا کی پوری زندگی درس وتدریس اور قرطاس وقلم سے متعلق رہی۔ وہ بہت سی علمی و دینی کتابوں کے مصنف ہیں، چند ایک کے نام درج ذیل ہیں:۔

اردو: تفسیر تیسیر القرآن، غایۃ المامون، شرح عبدالرسول، القول الجلی فی حیاۃ النبی ﷺ، الشہاب الثاقب۔

عربی: تفسیر انوار التبیان فی اسرار القرآن، الہام الباری فی حل مشکلات البخاری، کشف الودود شرح سنن ابی داؤد، التعلیق الفصیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، الہام الملہم شرح صحیح مسلم۔

جہاں تک قاضی صاحب کے تلامذہ کا تعلق ہے ان کی فہرست خاصی طویل ہے۔ چند نام درج کیے جاتے ہیں، جن سے خود صاحب موصوف کی علمی وجاہت، دینی عظمت اور فکری رفعت کا اندازہ ہوتا ہے: مولانا نصیر احمد سابق شیخ الحدیث و مدرس دارالعلوم دیوبند، شیخ غازی احمد سابق پرنسپل بوچھال کلاں، مولانا عبدالرحیم پروفیسر ڈھاکہ یونیورسٹی، مولانا مفتی عبدالواحد گوجرانوالہ، قاضی عصمت اللہ، مولانا علی محمد حقانی (لاڑکانہ)، مولانا عبدالرؤف مہتمم مدرسہ مفتاح العلوم حیدرآباد، مولانا سرفراز خاں صفدر (گوجرانوالہ) اور مولانا عبدالحکیم (راولپنڈی) قاضی شمس الدین کے چند ایسے تلامذہ ہیں جن پر فکر کی بلندیاں عمل کی لطافتیں اور علم کی نظافتیں ناز کرتی ہیں۔

مدرسے کا علمی معیار نہایت اعلیٰ ہے اور دور دراز کے علاقوں سے طلباء تحصیل علم کے لیے آتے ہیں۔ دورہ حدیث میں تخصص کے درجے تک تعلیمی معیار رکھا گیا ہے۔ اب تک ۴۵۴ طلباء فارغ التحصیل ہو کر گئے ہیں۔ فاضلین میں درج ذیل نام خاص اہمیت کے حامل ہیں:

مولانا عبدالمجید ندیم، مولانا ضیاء اللہ شاہ بخاری، مولانا خالد رشید، مولانا احمد سعید ملتانی، مولانا علی محمد حقانی مدرسہ اشاعت الاسلام لاڑکانہ، مولانا قاضی عصمت اللہ مدرسہ محمدیہ قلعہ دیدار سنگھ۔

زیادہ تر طلباء بیرونی ہیں۔ اس وقت ۲۷ طلباء زیرِ تعلیم ہیں۔ نئی عمارت ۲ کنال ۹ مرلے میں زیر تعمیر ہے ۱۰۰ طلباء کی اقامتی گنجائش ہوگی۔

اساتذہ کرام درج ذیل ہیں: مولانا مفتی سید بدیع الزمان بخاری، مولانا قاضی عطاء اللہ، مولانا قاضی ثناء اللہ، مولانا حافظ نذیر احمد، مولانا عبدالرحمٰن۔ افتاء کے فرائض، مفتی سید بدیع الزمان بخاری انجام دیتے ہیں۔ سالانہ بجٹ ستاسی ہزار روپے کے لگ بھگ ہے۔ درس نظامی اپنی اصلی شکل میں پڑھایا جاتا ہے۔

مدرسہ نعمانیہ

نعمانیہ روڈ محلّہ اسلام آباد میں حنفی بریلوی مسلک کا ایک شاندار مدرسہ ہے۔ کوئی ۱۶ سال پہلے ۱۹۶۷ء میں مدرسے کی بنیاد رکھی گئی۔ اس وقت یہ مدرسہ ابتداءً اقبال گنج میں قائم ہوا بعد ازاں مدینہ مسجد گوبند گڑھ میں تدریس کا کام شروع

ہوا تو ۱۵ طالب علم زیر تعلیم تھے۔

مولانا محمد عبداللہ جو ایک درویش صفت عالم دین ہیں، اس مدرسے کے موسس و مہتمم ہیں۔ آغازِ کار میں حفظِ قرآن سے کام شروع کیا گیا۔ ۱۹۶۸ء تک صرف حفظ کا ہی اہتمام تھا بعد میں تدریس کتب کا بھی انتظام کر لیا گیا۔ مدرسے کا نصاب درس نظامی ہے مگر تنظیم المدارس کے نصاب کے مطابق تدریس ہوتی ہے۔ صرف ونحو اور فقہ کے علاوہ تاریخی شعور بھی بیدار کیا جاتا ہے تاہم تاریخ پر مکمل انحصار نہیں کیا جاتا۔ مدرسے کا سالانہ بجٹ تقریباً ۳۵ ہزار روپے ہے۔ مدرسے کی انصرامی ذمہ داریوں کا بار انجمن نعمانیہ فیض العلوم کے سر ہے۔ صدر انجمن شیخ حاجی محمد شفیع صاحب ہیں۔

مدرسے کے فاضلین میں چند اہم نام یہ ہیں: مولانا خالد حسین مجددی، مولانا گل احمد جامعہ رضویہ فیصل آباد، مولانا طالب حسین سول لائینز، مولانا سلطان العارفین (پی ڈی پی)، مولانا ہدایت اللہ (مظفر آباد)۔ اساتذہ کی کمی کا شدت سے احساس ہوتا ہے۔

جامعہ جعفریہ

بائی پاس قلعہ چند سے جانب لاہو جی ٹی روڈ میں ۱۳ ایکڑ ۳ مرلے میں پاکستان کی اثناعشری شیعہ مکتب فکر کی عظیم جامعہ ہے۔ جامعہ کی تاسیس ۱۹۷۹ء میں ہوئی۔ مفتی جعفر حسین مجتہد اس کے بانی تھے۔ مفتی مرحوم جو ۱۹۸۳ء میں راہی ملک عدم ہوئے۔ ملتِ جعفریہ کے بلند پایہ اور مجتہد تھے۔ ملت جعفریہ ان کی دینی بصیرت پر پورا اعتماد رکھتی تھی۔ حق یہ ہے کہ وہ علم و دانش کے جرعہ کش ہی نہیں خم بدوش بلانوش بھی تھے۔ تادم زیست انہوں نے کتاب وقلم سے رشتہ قائم رکھا۔ وہ ایک خوددار، صلح کیش اور درویش منش عالم دین تھے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم حنفی دیوبندی مکاتب میں حاصل کی۔ پھر لکھنؤ اور ایران سے تکمیل علوم کی۔ یوں وہ سعدی کے اس شعر کا پورا مصداق تھے۔

تمتع زہر گوشۂ یافتم — زہر خرمنے خوشۂ یافتم

ان کی تحریریں ان کے وسیع المعلومات اور عمیق المطالعہ ہونے پر گواہ ہیں۔ نہج البلاغۃ کا اردو ترجمہ ان کی ادبی صلاحیتوں کا بھی پتہ دیتا ہے۔ ان کے عربی وفارسی اشعار سے ان کا شعری ذوق بھی نکھر کر سامنے آتا ہے۔

؎ خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

مدرسے کا نصاب درس نظامی ہے مگر اصول فقہ میں دوسرے مسالک سے کلی اختلاف ہے۔ حدیث میں بھی یہاں صحاح ستہ کی بجائے کتب اربعہ لائقِ اعتماد خیال کی جاتی ہیں۔ کتب اربعہ یہ ہیں: الکافی للکلینی، استبصار، تہذیب الاحکام، من لایحضرہ الفقیہ۔

فقہ میں تبصرۃ المتعلمین، شرائع السلام، شرح لمعہ اور مکاسب قابل قدر کتابیں ہیں۔ اصول فقہ میں منتہی طلباء اصول فقہ، رسائل اور کفایۃ الاصول پڑھتے ہیں۔ مستقل اساتذہ صرف دو ہیں، موقت وزائدتین۔ طلبہ بالفعل بیس۔ پروگرام کے مطابق ۲۰۰ طلباء کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ سردست بیس لاکھ کے خرچ سے بنائی ہوئی عمارت ۲۶ کمروں پر مشتمل ہے تاہم منصوبہ ۱۰۰ کمروں کا ہے جس پر دو کروڑ روپے خرچ آئے گا۔

ملحقہ جعفریہ کالونی ادارے کے اساتذہ اور طلبہ کی رہائش کے لیے مخصوص ہوگی۔ امتحان کا اپنا نظام ہوگا جو مجتہدین ِ ایران کے زیرِ نظر ہوگا۔ سہم امام (خمس) عطیہ جات مدرسے کے وسائل اخراجات ہیں۔ دوسرے دینی مدارس کی طرح طلبہ کے قیام و طعام کا بندوبست جامعہ کے ذمے ہے۔ جامعہ کا کتب خانہ نہایت شاندار ہے جس میں تین ہزار سے زائد کتب ہیں، چند قلمی نسخے بھی ہیں۔ اس وقت تخصص کے لیے نجف و قم میں جاتے ہیں تاہم منصوبہ یہ ہے کہ یہیں درس اجتہاد یا درس خارج بھی دیا جائے۔ مفتی مرحوم کی وفات کے ساتھ جامعہ کو ایک نا قابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔

اس ادارے کے پرنسپل جناب علامہ حسین بخش ہمارے شہر کے ایک معروف عالم دین ہیں جن کی زندگی درس و تدریس کے لیے وقف ہے۔ جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ مفتی جعفر حسین نے جامعہ جعفریہ کے نام سے جس علمی ادارے کا آغاز کیا تھا۔ ان کے بعد علامہ حسین بخش کی زیرِ نگرانی ادارہ ایک بہار آفرین مستقبل کی جانب بڑی تیزی سے رواں دواں ہے۔ علامہ موصوف کا شمار ان علمی شخصیات میں کیا جا سکتا ہے جو اپنی ذاتی استعداد، پیہم محنت اور فکری ریاضت کی بنا پر بلندیوں کی طرف لپکتے ہیں بلکہ خود بلندیاں ان کا استقبال کرتی ہیں۔

آپ کے والد گرامی کا نام ملک اللہ بخش ہے سن پیدائش ۱۹۲۰ء اور مقامِ پیدائش جاڑا ضلع ڈیرہ اسماعیل خان ہے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد علامہ سید باقر شاہ مرحوم کی صحبت میں رہے۔ ان کے بعد مولانا سید محمد یار شاہ اور مفتی جعفر حسین سے علمی و دینی استفادہ کیا۔ ایک عرصہ دیگر مکاتب فکر کے دینی مدارس میں بھی زیرِ تعلیم رہے جن میں جامع مسجد شیرانوالہ باغ کا مدرسہ قابل ذکر ہے اور بالخصوص مولانا عبدالقدیر جو وہاں درس دیا کرتے تھے معقولات کی تمام کتابیں انّھی شریف ضلع گجرات میں مولانا ولی اللہ سے پڑھیں۔ ۱۹۵۲ء میں نجف اشرف میں تشریف لے گئے اور وہیں سے فقہی اور اصولی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۵۵ء میں واپس آئے۔ جامعہ علمیہ باب النجف جاڑا ضلع میانوالی کی بنیاد رکھی جو اب تک جاری ہے۔ نجف اشرف میں جن علمی شخصیات سے کسبِ فیض کیا، ان میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں:

سید ابوالقاسم خوئی، سید عبداللہ شیرازی، سید محسن الحکیم، مرزا حسن یزدی، مرزا محمد باقر زنجانی، سید حسین حمامی، سید حسن بجنوری۔

علامہ حسین بخش کے تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے چند نام یوں ہیں:

مولانا محمد حسین ڈھکو، ملک اعجاز حسین، سید صفدر حسین نجفی، مولانا غلام حسین نجفی، سید کرامت علی شاہ، مولانا غلام حسن، کاظم حسین اثیر، سید امداد حسین شیرازی، وزیر حیدر۔

آپ کی علمی کتابیں درج ذیل ہیں: تفسیر قرآن چودہ جلدوں میں، لمعۃ الانوار، اصحاب الیمین، المجالس المرضیہ، امامت و ملوکیت، اسلامی سیاست، معیار شرافت، اسلامی فکر، انوار شرافت، انوار شریعت، نماز امامیہ، احباب رسول ﷺ۔ (سوانحی معلومات آغا قربان علی ایڈووکیٹ نے فراہم کیں)

مدرسہ فیض القرآن

گل روڈ پر واقع مدرسہ حنفی دیوبندی مسلک کا ہے۔ ابھی ابتدائے کار ہے تاہم مولانا حافظ احسان الحق کی شبانہ

روز کوششوں سے مدرسہ پھیلنے پھولنے کے خاصے امکانات نظر آتے ہیں۔ مولانا موصوف یکہ وتنہا ۳۰ طلباء کو موقوف علیہ کے درجے تک تعلیم دیتے ہیں۔ یہ ان کا بہت بڑا ایثار ہے۔

مدرسہ احیاء العلوم

نوشہرہ روڈ پر واقع مدرسہ احیاء العلوم حنفی دیوبندی مسلک کا اہم مدرسہ ہے۔ اپنی وسعت کے لحاظ سے شہر کے بڑے بڑے دینی مدارس میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ مولانا امان اللہ خاں دینی جذبے سے سرشار اہل خیر کے تعاون سے سرگرم عمل ہیں۔ مولانا محمد واصل خاں اور حافظ حبیب اللہ تدریس کے فرائض انجام دیتے ہیں۔

مدرسہ تفہیم القرآن

محلّہ توحید گنج میں قاری حافظ محمد اسلم (نابینا) کے زیر اہتمام مسلک حنفی دیوبندی کا اہم مدرسہ ہے۔

مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث

نوشہرہ روڈ پر مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث مولانا عبدالعزیز راشدی کی زیر نگرانی خدمت دین کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔

جامعہ عثمانیہ فیروز والا روڈ

جامع مسجد عثمانیہ سے ملحق فیروز والا روڈ پر جامعہ عثمانیہ حنفی دیوبندی مسلک کی ایک درس گاہ ہے۔ صاحبزادہ محمد داؤد یہاں کے مہتمم ہیں۔ مدرسہ کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ عصر حاضر کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اسلام کے معاشی نظام پر زور دیا جاتا ہے تاکہ معاشرے کے معاشی مسائل کا حل تلاش کیا جا سکے اور نسل نو کو آگاہ کیا جا سکے کہ اسلام تمدن انسانی کے ہر پہلو میں رہنما اصول پیش کرتا ہے۔

جامعہ نظامیہ غوثیہ وزیر آباد

جامعہ نظامیہ غوثیہ وزیر آباد میں حنفی بریلوی کی سب سے بڑی درس گاہ ہے۔ مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی نے ۱۹۴۰ء میں اس کی بنیاد رکھی۔ مولانا ہزاروی اپنے دور کے ایک جید عالم دین اور فن حدیث میں گہری بصیرت رکھنے والے مدرس تھے۔ وہ ایک شعلہ بار خطیب، علم وحکمت کے بحر زخار اور نہایت قوی حافظے کے مدرسِ حدیث تھے۔ ان کی وفات پر علمی حلقوں میں ایک بہت بڑا خلا محسوس کیا گیا۔ مولانا کی سیاسی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں۔ وہ تحریک پاکستان کے ہراول دستے کے عظیم سپاہی تھے۔ مفتی عبدالشکور جو آج کل جامعہ کے مہتمم ہیں انہی کے خلف الرشید ہیں۔ نصاب درس نظامی ہے۔ حفظ وتجوید کا بندوبست بھی ہے۔ جہاں ۳۸ بیرونی اور ۴۰ مقامی طلباء ہیں۔ درس نظامی میں ۱۰ طلباء ہیں۔ مدرسے کی تعطیلات کے دوران دورہ تفسیر ہوتا ہے جس میں ۴۰، ۵۰ منتہی طالب علم شریک ہوتے ہیں۔ سالانہ بجٹ کوئی اسی ہزار روپے ہے۔ مفتی صاحب خود ہی فتوی جاری کرتے ہیں مگر رجسٹر نہیں، تنظیم المدارس سے وابستگی نہیں۔ عمارت پانچ کمروں پر مشتمل ہے۔ کتب خانے میں دو سو کے لگ بھگ کتابیں ہیں مزید توسیع کا عزم ہے۔ طلباء

کے قیام وطعام کا بندوبست مدرسے کے ذمے ہے جو اہل خیر اور حکومت کے زکوٰۃ فنڈ سے پورا ہوتا ہے۔

ممتاز المدارس وزیر آباد

جی ٹی روڈ پر واقع مسلک شیعہ اثنا عشریہ کا وزیر آباد میں سب سے بڑا مدرسہ ہے۔ مدرسے کی تاسیس جون ۱۹۷۸ء میں ہوئی۔ مہتمم سید محمد سبطین نقوی فاضل قم (ایران) ہیں۔ علامہ موصوف ایک فاضل نوجوان اور باعمل انسان ہیں دیگر اساتذہ کے اسماء گرامی یہ ہیں: مولانا اختر عباس، حافظ سید منظور حسین، مولانا محمد اصغر یزدانی۔

طلباء کی تعداد ۲۳ ہے۔ نصاب آٹھ سال کا ہے۔ مدرسے کا ایک شاندار ہال ہے۔ جہاں تقاریب کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ گاہِ گاہِ ایران کے مشاہیر علماء بھی یہاں آ کر خطاب فرماتے ہیں۔ مثلاً جنوری ۱۹۸۳ء میں حسن طاہری خرم آبادی تشریف لائے۔ دارالاقامہ کے نو کمرے ہیں۔ امتحان زبانی و تحریری دونوں طرح سے ہوتا ہے۔ فتویٰ جاری کیا جاتا ہے مگر رجسٹر نہیں۔ سالانہ بجٹ کم و بیش ۵۰ ہزار ہے۔ اصول فقہ اور فلسفہ میں تخصیص کی جاتی ہے ایک مختصر مگر نہایت شاندار کتب خانہ تدریسی و درسی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔

مدرسہ محمدیہ قلعہ دیدار سنگھ

یہ مدرسہ موضع قلعہ دیدار سنگھ میں شیخ الحدیث قاضی نور محمد فاضل دارالعلوم دیوبند نے ۱۹۲۳ء میں قائم کیا۔ یوں یہ ضلع کا نہایت قدیم مدرسہ ہے۔ مرحوم ۴۰ برس تک خدمت دین کر کے اس جہان فانی سے ۱۹۶۲ء میں رخصت ہو گئے۔ وہ ایک سادہ طبع عالم باعمل تھے۔ علم و دانش کے موتی رولتے اور تقوی و پرہیز میں سرمست رہتے۔ ان کے بعد ان کے خلف الرشید قاضی عصمت اللہ نے مدرسے کا بار اپنے ذمے لیا۔ مدرسے کا مسلک حنفی دیوبندی ہے۔ اولیائے عظام کے سلاسل اربعہ میں نقشبندی مجددی کی پیروکاری کی جاتی ہے۔ درس نظامی کی تدریس ہوتی ہے۔ دورہ حدیث تک تکمیل ہوتی ہے۔ مدرسہ دور افتادہ علاقے میں علم و اخلاق کی شمع فروزاں ہے۔

دارالعلوم سلطانیہ رضویہ گکھڑ

گکھڑ میں جی ٹی روڈ پر جانب مشرق واقع ہے۔ اگست ۱۹۶۸ء میں مدرسہ کی تاسیس عمل میں آئی۔ حافظ محمد حمید اختر اس کے بانی ہیں، جو سراج العلوم گوجرانوالہ کے فارغ التحصیل ہیں۔ وہ مشائخ میں قادری، سروری سلطانی سلسلے کے پیروکار ہیں۔ حفظ و کتابت کا شعبہ بھی ہے۔ ۳۵، ۴۰ کے درمیان طلبہ کی تعداد ہوتی ہے۔ اساتذہ کی تعداد تین ہے۔ مولانا موصوف عرصہ دراز سے ایک دینی پرچہ بھی جاری کرتے ہیں جس میں تصوف کا رنگ غالب ہے۔ سالانہ بجٹ کوئی ۲۰ ہزار کے لگ بھگ ہے۔

جامعہ عربیہ ہمدانیہ کامونکے

کامونکے میں سب سے پرانا مدرسہ ہے جو ۱۹۴۴ء کے لگ بھگ قائم ہوا۔ مسلک حنفی دیوبندی ہے۔ حافظ

عبدالشکور فاضل دارالعلوم دیوبند نے مدرسہ کی بنیاد ڈالی۔ وہ ایک زمانے تک علم وحکمت کی روشنی پھیلاتے رہے۔ وہ اپنی وفات فروری ۱۹۸۱ء تک اس کے مہتمم اور صدر مدرس رہے۔ وہ صدر بلدیہ کامونکے، کونسلر اور حزبِ اختلاف کے لیڈر بھی رہے۔ ان کی شخصیت نہایت متوازن اور علمی حیثیت مسلم تھی۔ تازیست وہ مسجد کے خطیب بھی رہے۔ اس وقت درس نظامی نہیں پڑھایا جاتا۔ اس وقت تین مدرسین ہیں۔ حافظ احمد دین (صدر مدرس)، حافظ عبدالرحمٰن، حافظ محمد سلیمان۔ مولانا عبدالرؤف فاروقی خطابت کے فرائض نجام دیتے ہیں۔ مدرسے نے حافظ مفتی محمد امین فاضل جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ مبعوث سعودیہ (مجا کوسٹ کینیا) جیسے فاضلین پیدا کیے ہیں۔ بجٹ ۷۵ ہزار روپے سالانہ ہے۔

مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد حیدری کامونکے

کامونکے میں حنفی بریلوی مسلک کا نہایت اہم مدرسہ ہے۔ جنوری ۱۹۷۴ء میں قائم ہوا۔ الحاج لطیف احمد چشتی مدرسے کے بانی ہیں۔ چشتی صاحب موصوف کامونکے کی اہم سیاسی وسماجی شخصیت سے متعارف ہیں۔

اساتذہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں: حاجی نواب دین، حافظ محمد ناصر، حافظ شیر محمد، حافظ محمد اشرف، مولانا رب نواز۔ مدرسہ پندرہ کمروں پر مشتمل ہے۔ دارالاقامہ کے چار کمرے ہیں۔ درس نظامی میں دس طالب علم ہیں، باقی حفظ وتجوید و قرأت اور ناظرہ کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ فتویٰ جاری نہیں کیا جاتا۔ لائبریری کوئی ایک ہزار کتب پر مشتمل ہے۔ مدرسہ تنظیم المدارس سے منسلک ہے۔

مدرسہ حنفیہ رضویہ اکرم العلوم کامونکے

مدرسہ جی ٹی روڈ سے جانب مغرب واقع ہے۔ مدرسہ کا افتتاح ۱۹۷۸ء میں ہوا۔ مولانا محمد اکرم رضوی فاضل مدرسہ سراج العلوم (گوجرانوالہ) اس مدرسے کے بانی اور مہتمم ہیں۔ عمارت چار کمروں پر مشتمل ہے اور طلبہ کی تعداد کوئی ۱۵۰ ہے۔ درس نظامی سردست نہیں پڑھایا جاتا۔ مولانا ابوداؤد محمد صادق مدرسے کے اعزازی نگران ہیں۔ مولانا محمد اکرم ایک شعلہ نوا خطیب اور باعمل نوجوان ہیں۔

دارالعلوم حبیبیہ رضویہ کامونکے

منڈیالہ روڈ حنفی بریلوی مسلک کا مدرسہ ہے جس میں شعبہ حفظ وتجوید میں ۷۰ طالب علم ہیں۔ مولانا مفتی حبیب اللہ مدرسے کے بانی اور مہتمم ہیں۔ مفتی صاحب ایک متقی اور عالم باعمل انسان ہیں۔ درس نظامی کے طلباء کی تعداد ساٹھ ہے۔ ۱۲ اساتذہ فرائض تعلیم ادا کر رہے ہیں۔

جامعہ ریاض المدینہ (زیر تکمیل)

جامعہ ریاض المدینۃ ایک ایسی عظیم الشان دینی درس گاہ ہے جو ابھی تعمیر کے مراحل سے گزر رہی ہے۔ جی ٹی روڈ پر پانچ ایکڑ رقبہ پر تعمیر ہونے والا اہل سنت وجماعت کا یہ مرکزی دارالعلوم علوم قدیمہ وجدیدہ کا مرکز ہوگا۔ انجمن مرکزی دارالعلوم کے شائع کردہ پروگرام کے مطابق اس دارالعلوم میں میٹرک سے لے کر ایم اے ایم ایس سی اور حفظ قرآن

سے لے کر مکمل درس نظامی تک تعلیم دی جائے گی۔ اس کے علاوہ فنی اور پیشہ وارانہ تعلیم کا اہتمام بھی کیا جائیگا۔ علوم دینی کے تحصیل کے ساتھ ساتھ علوم دنیوی کی تحصیل کا انتظام اس خاطر کیا جا رہا ہے کہ جو علماء یہاں سے فارغ التحصیل ہو کر نکلیں وہ معاشرے میں باعزت زندگی بسر کرنے کے لیے روزگار کے معقول ذرائع تلاش کر سکیں۔ علوم دینی و دنیوی کے امتزاج سے جو علماء یہاں سے فارغ ہوں گے وہ عہد حاضر کے جدید علمی و فکری تقاضوں سے بھی ہم آہنگ ہوں گے اور خدمتِ ملک و دین کے لیے بھی نمایاں کردار ادا کر سکیں گے۔ اس طور وطن عزیز میں اسلام کی ترویج و تبلیغ کی رفتار تیز سے تیز تر ہو جائے گی۔

اس زیر تکمیل درس گاہ میں مجوزہ نقشے کے مطابق جو عمارات ابھر رہی ہیں ان میں مہتمم بالشان مسجد، لائبریری، دفاتر انتظامیہ، علوم دینی کے لیے آٹھ بلاک، علوم دنیوی کے لیے دو بلاک، ۴۰۰ طلباء کی رہائش کے لیے دو منزلہ ہوسٹل، شعبہ تصنیف و تالیف، ایک بڑا ہال، اور شعبہ تبلیغ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ مختلف بلاکوں کے درمیان خوب صورت لان اس درس گاہ کی خوب صورت اور تزئین میں اضافے کا موجب بنیں گے۔

اس کے سرپرست اعلیٰ الحاج محمد اسلم بٹ میئر میونسپل کارپوریشن ہیں جبکہ انجمن انتظامیہ کے صدر حاجی معراج دین ہیں۔ انجمن مرکزی دارالعلوم باقاعدہ طور پر رجسٹرڈ ہے اور شہر کے تمام جید علماء اس دارالعلوم کی سرپرستی کر رہے ہیں۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ آف بھیرہ شریف مسلسل انتظامیہ کو اپنے عملی و فکری تعاون سے نواز رہے ہیں۔

دارالعلوم تحفظ ختم نبوت کنگنی والا

یہ مجوزہ دارالعلوم چار کنال کے رقبے پر جی ٹی روڈ سے مغرب کی جانب آبادی کے کچھ اندر جانے والی شاہراہ پر واقع ہے۔ دارالعلوم کی عمارت زیر تعمیر ہے ملحقہ مسجد کی تکمیل ہو چکی ہے۔ مسجد سے ملحق چار کمرے ہیں۔ ساتھ ہی ۲۲ عدد دکانوں پر مشتمل ایک مارکیٹ ہوگی تاکہ مدرسے کے مصارف کا بندوبست ہو سکے۔ یہاں درس نظامی کی تعلیم دی جائے گی مگر خصوصی مطالعہ سرور کائنات کی ختم المرسلینی کے پہلو کا ہوگا۔ یوں یہ دارالعلوم پورے علاقے میں اپنی نوعیت کا واحد ادارہ ہوگا جو ختم نبوت کے تخصص کے ساتھ تعلیم دے گا۔

ادارہ کی سرپرستی مولانا خان محمد صاحب کندیاں نے قبول فرمائی ہے۔ دارالعلوم کے لیے جگہ موضع کھیالی کے ایک زمیندار حاجی محمد یوسف علی قریشی نے وقف کی۔ اس کا سنگ بنیاد بھی مرحوم نے خود ہی رکھا۔ حافظ نذیر احمد بالفعل مدرسے کے مہتمم ہیں۔ اس وقت قرأت و ناظرہ و حفظ کا سلسلہ جاری ہے اور طلبہ کی تعداد ۱۰۰ کے لگ بھگ ہے۔ مرحوم حاجی یوسف علی قریشی ہاشمی نہایت دردِ دل رکھنے والے اور سرور کونین ﷺ کی ختم المرسلینی پر جان تک نچھاور کرنے والے انسان تھے۔ موصوف سید عطاء اللہ شاہ بخاری، چودھری افضل حق، شیخ حسام الدین اور ماسٹر تاج الدین انصاری اور دوسرے زعماء احرار اور شمع ختم نبوت کے پروانوں کے محبوب نظر تھے۔

ان مدارس کے علاوہ بھی سینکڑوں مدارس ہیں جو علم و عمل کے مینارہ ہائے نور ہیں۔ طوالت کے پیش نظر ان مدارس کے منتظمین سے معذرت کے ساتھ ہم چند ایک کے محض نام گنوانے پر اکتفاء کرتے ہیں:

مدرسہ مجددیہ لاثانیہ رضویہ علماء العلوم گکھڑ	ناظم اعلیٰ مولانا غلام نبی
مدرسہ غوثیہ نقشبندیہ گکھڑ	مہتمم سید محمد حسین شاہ گردیزی
مدرسہ اسلامیہ حافظ آباد	حکیم نور احمد یزدانی
مدرسہ ضیاء الرسول غوثیہ رضویہ کاموںکے	حاجی محمد شریف سابق ہیڈ ماسٹر کاموںکے
مدرسہ دار التوحید منڈیالہ تیگہ	مولانا محمد عبد اللہ
مدرسہ سعیدیہ رضویہ برکات القرآن علی پور چٹھہ	مولانا محمد سعید نقشبندی
جامعہ محمدیہ اہلسنت والجماعت علی پور چٹھہ	ناظم محمد اقبال نعمانی
مدرسہ عربیہ قاسم العلوم ساروکی چیمہ	حافظ محمد شفیع جالندھری
مدرسہ اشاعت الاسلام کولہووالا	مولانا امیر حسین
دار العلوم فیض الاسلام تتلے عالی	مولانا علی احمد جامی
جامعہ محمدیہ اہلحدیث نوشہرہ ورکاں	مولانا محمد اسحاق
دار العلوم فاروقیہ نوشہرہ ورکاں	مولانا عبد الرحمٰن شاکر
جامعہ عربیہ مسجد بوہڑوالی پنڈی بھٹیاں	مولانا فیض الرحمٰن
مدرسہ انوار الاسلام علی پور چٹھہ	مولانا عبد الواحد
جامعہ قاسمیہ رتہ روڈ گوجرانوالہ	مولانا قاری گلزار احمد
جامعہ رضویہ قمر المدارس جی ٹی روڈ گوجرانوالہ	سید مراتب علی شاہ
دار الحدیث محمدیہ حافظ آباد	
دار العلوم الحیدریہ نوشہرہ ورکاں	
مدرسہ اشرفیہ پنڈی بھٹیاں	
مدرسہ اسلامیہ عربیہ پنڈی بھٹیاں	
مدرسہ عربیہ خیر العلوم پنڈی بھٹیاں	
مدرسہ اشرفیہ قرآنیہ حافظ آباد	
دار الحدیث محمدیہ حافظ آباد	
مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث سوہدرہ	
دار العلوم منانیہ وزیر آباد	

یہ ہے ایک اجمالی تذکرہ گوجرانوالہ کے دینی مدارس کا۔ ان دینی مدارس کا وجود رشد وہدایت کا ایک ایسا سرچشمہ ہے جہاں سے نور بھی ملتا ہے اور سرور بھی، حضوری کی نعمتیں بھی عطا ہوتی ہیں اور شعور کی رفعتیں بھی۔ اسلام اگر باقی ہے

تو انہی بوریہ نشینوں کے دم سے اور دین تمام تر مخالفانہ یورشوں کے باوجود اگر زندہ وتابندہ ہے تو انہی فقیروں کے طفیل ، جو علم دین کی تحصیل کو ایک معاشی وسیلہ نہیں بلکہ فرض اور مقصد سمجھتے ہیں ۔ یہی وہ اربابِ ہمت ہیں جن کے نزدیک علم بازار کی جنس نہیں بلکہ انسانیت کا جوہر، کردار کا حسن اور فرض کی پکار ہے ۔ یہ لوگ تاریخ اسلامی کی تاباں روایات کے امین ہیں ۔ تاریخ جانتی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا ذریعہ معیشت بزازی تھا، علم نہیں ۔ امام معروف کرخی پاپوش ساز تھے مگر اپنے علم سے فکر ونظر کی گرہیں کھولتے چلے جاتے تھے ۔ ان عظمتوں نے علم کو علم کے لیے حاصل کیا، دنیا کے لیے نہیں ۔ وہ علم ِ دین جو صرف معیشت کا ذریعہ بن جائے اور فرض نہ رہے جنس کا سب سے زیادہ وقیع نہیں ہوا کرتا ۔

مولانا ابوالکلام آزاد اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں : عربی تعلیم کو آج کوئی نہیں پوچھتا حتیٰ کہ روٹی بھی اس کے ذریعے نہیں مل سکتی ۔ عربی مدارس کے طلباء اس کسمپرسی میں عربی تعلیم ہی کے لیے اپنی پوری زندگی وقف کر دیتے ہیں ۔ یہ جذبہ بجز علم پرستی اور رضائے الٰہی کے اور کوئی دنیوی غرض نہیں رکھتا اور اس لیے دنیا بھر میں علم کو علم کے لیے اگر پڑھنے والی جماعت ہے تو عربی مدارس کی جماعت ہے ۔

ان مدارس کے بارے میں علامہ اقبال کی آرزو یہ ہے :

> ’’اگر ہندوستان کے مسلمان ان مکتبوں کے اثر سے محروم ہو گئے تو بالکل اس طرح جس طرح ہسپانیہ میں مسلمانوں کی آٹھ سو سال کی حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈر اور الحمراء اور باب الاخوتین کے نشانات کے سوا اسلام کے پیروؤں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا، ہندوستان میں بھی آگرے، تاج محل اور دلی کے لال قلعے کے سوا مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت اور ان کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا‘‘ ۔